Vol.5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

نو آبادیاتی نظام کی لسانی پالیسی اور اردو زبان

LINGUISTIC POLICY OF COLONIALISM AND URDU LANGUAGE

[1] ڈاکٹر ریحانہ کوثر، [2] ڈاکٹر نائیلہ انجم

ABSTRACT

The employees of East India Company realized it soon that culture & civilization are closely linked to language. It gives rise to the feelings of congregation. The probable hint about the daily life of a society and its people's way of living, thoughts expressions and other aspects can be taken from its language. That is way, he paid special attention to national and international languages along with art and literature so that he could be familiarized with the habits, culture, civilization, traditional events and prejudices of Hindustanis. With regard to that this research article sheds light on what sort of steps were taken by East India Company and to what extent they got succeeded in attaining perceived goals.

Key words: Post-Colonial, East India Company, Social Thanking in Post colonialism, Urdu as Official Language.

> "زبان" ہمارے جذبات وخیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اسی کی بدولت انسان کو عام حیوانوں کے مقابلے میں "حیوان ناطق" کہا گیا ہے اور دنیا کی دوسری جاندار اور بے جان چیزوں سے بہتر وبرتر سمجھا گیا ہے۔ سچ پوچھیے تو زبان ہی نے دنیا میں تہذیب وتمدن اور مل جل کر رہنے بسنے کی بنیاد ڈالی ہے۔ اگر زبان نہ ہوتی تو انسانی معاشرت وتہذیب کا نام بھی سننے میں نہ آتا۔(1)

زبان نہ صرف ابلاغ کا ذریعہ ہے بلکہ اس سے سماجی رشتے مستحکم ہوتے ہیں۔ ذہنی وتہذیبی اور اخلاقی وروحانی ورثے اسی کے مرہون منت ہیں۔ تمام علوم اسی کے سہارے وجود میں آتے رہے ہیں۔ تعلیم وتربیت کا ذریعہ بھی یہی بنتی ہے۔ فکری جولاں گاہوں کو اسی کی مدد سے طے کیا جاتا ہے۔ ۲ہر معاشرہ اپنی زبان کی بنیاد پر اپنی خاص شناخت رکھتا ہے اور بجا طور پر اس پر فخر محسوس کرتا ہے کیونکہ زبان اس معاشرے کے لوگوں کے درمیان ابلاغ، ثقافت، معاشرت، مذہب، ملت، معیشت اور مجموعی سماجی اقدار کے اجتماعی اظہار کی حامل ہوتی ہے لیکن بدنصیبی سے طاقت ور قومیں معلوم تاریخ انسانی میں کمزور قوموں پر حملہ آور ہوتی رہیں اور ان سے ان کے بنیادی اظہار اور شناخت کی علامت یعنی زبان کو بدلنے کی کوشش کرتی رہیں اور بعض اوقات یہ کوشش ارادی طور پر کی گئی۔ تاریخ کے دھارے میں بہتے ہوئے زبانیں بنتی، بگڑتی اور نئی زبانوں کی صورت اختیار کرتی رہیں۔ اٹھارویں صدی کے بعد کا زمانہ صنعتی اور سائنسی ترقی کے حوالے سے اہمیت کا حامل تھا، فرانس، برطانیہ، ہالینڈ، وینس، جنیوا تجارت کے بڑے مراکز کی حیثیت سے سامنے آئے۔ انھیں اپنی صنعتوں کے لیے تجارتی منڈیوں کی ضرورت تھی۔ اس تجارتی انقلاب کی وجہ سے فرانس نے الجیریا، تیونس، مراکش، برطانیہ نے مصر، سوڈان، ولندیزیوں نے انڈونیشیا، اٹلی نے لیبیا، روس نے وسط ایشیا کی ریاستوں پر قبضہ جمالیا۔

۱۔ صدر شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین ، یونیورسٹی لاہور

۲۔ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین، یونیورسٹی لاہور

Vol.5No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ایسٹ انڈیا کمپنی کے توسط سے برطانیہ، ہندوستان کو اپنی کالونی بنانے میں کامیاب ہو گیا اور ہندوستان ایک طویل عرصے کے لیے برطانیہ کے نو آبادیاتی شکنجے میں آ گیا۔(2)

ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی ملکہ الزبتھ (اول) کے زمانے میں وارد ہوئی۔ جب ملکہ نے 31 دسمبر 1600ء میں اس کمپنی کو ہندوستان سے تجارت کی اجازت دی۔ تو پہلی بار انگریزوں نے ہندوستان کی سرزمین پر اپنا پہلا قدم رکھا۔(3) جب کہ ان کی آمد سے پہلے ہندوستان کے مغربی ساحل پر ایک بہت چھوٹے حصے گوا میں پرتگالی آباد تھے اور تجارت کر کے فائدہ بھی حاصل کر رہے تھے۔ پرتگالیوں اور انگریزوں کے علاوہ فرانسیسی اور دیگر ملکوں کی کمپنیاں بھی تجارتی غرض سے ہندوستان آئیں اور انھیں اس نئی تجارتی منڈی میں کاروبار پھیلانے کا اس قدر چسکا لگا کہ یہ صرف ہندوستان سے نہیں بلکہ بعض موقعوں پر باقاعدہ فوجی طاقت سے بھی لڑیں مگر ان سب میں انگریز غالب رہے۔ انہوں نے پرتگالیوں کو گوا میں گھیرے رکھا اور فرانس کو پاڈیچری اور کچھ اور چھوٹے چھوٹے علاقوں میں بند رکھا اور پورے ملک میں اپنا اثر ورسوخ پھیلاتے رہے۔ اس کمپنی کو سب سے پہلے جہانگیر بادشاہ نے گجرات میں اپنے گودام اور دفتر بنانے کی اجازت دی۔ یوں ان کی تجارت میں ترقی کے ساتھ ساتھ ان کے قدم بھی مضبوط ہو گئے۔ 1650ء کے لگ بھگ انگریزوں نے مدراس میں سینٹ جارج کا قلعہ بنایا اس کے بعد 1690ء میں کلکتہ میں فورٹ ولیم کے نام سے ایک اور قلعہ تعمیر کر لیا اور اس میں اپنے سپاہی بھی رکھنے کی اجازت حاصل کر لی اس کے ساتھ ہی کلکتے میں انگریزوں کے قدم مضبوطی سے جم گئے۔(4)

اب کمپنی نے ایک طرف تو مدراس اور بمبئی کی طرف قدم بڑھانے شروع کیے اور دوسری جانب کلکتے میں فورٹ ولیم میں رہنے والے یورپی سپاہی جنہیں کمپنی کے مال کی حفاظت کے لیے ہندوستان لایا گیا تھا، انھیں اور مقامی لوگوں کو ملا کر ایک اچھی فوج تیار کر لی۔ کمپنی نے فوجی طاقت اور بنگال کے نواب سراج الدولہ کی فوج کے سپہ سالار میر جعفر کو اپنے ساتھ ملا کر 1757ء کو پلاسی کے مقام پر نواب سراج الدولہ کو شکست دے کر بنگال کے خاصے حصے پر قبضہ کر لیا پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کے داماد میر قاسم کو بنگال کا نواب بنا دیا۔ میر قاسم باہمت اور قابل شخص تھا اس نے اودھ کے نواب اور مغل شہنشاہ شاہ عالم (دوم) کو ساتھ ملا کر ۱۷۶۴ء میں پٹنہ میں بکر کے مقام پر جنگ لڑی جس میں انہیں شکست ہوئی اور مغل بادشاہ کی رہی سہی طاقت بھی ٹوٹ گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ پلاسی کی جنگ میں فتح پانے کے بعد انگریزوں نے نہ صرف تجارت بلکہ سیاست اور حکومت کو بھی اپنا غلام بنانا شروع کر دیا تھا۔ 1765ء میں ہارنے والے مغل بادشاہ شاہ عالم (دوم) نے لارڈ کلائیو کو بنگال اور بہار میں دیوانی کے اختیارات بھی دے دیے۔

لارڈ کلائیو نے 1772ء میں اپنے ایک بیان میں صرف بنگال سے حاصل ہونے والے مال و دولت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ "کمپنی نے ایک سلطنت حاصل کر لی ہے جو فرانس اور روس کو چھوڑ کر (یورپ کے) ہر ملک سے بڑی ہے۔ اسے چالیس لاکھ پونڈ ٹیکسوں سے اور اتنے ہی تجارت سے ملتے ہیں"۔ یہ رقم سارے خرچوں کو نکالنے کے بعد صرف منافع تھی۔ شاید انھی چیزوں کو دیکھ کر انگلستان کے معاشیات کے عالم ایڈم اسمتھ نے کہا تھا "خالص تاجروں کی کمپنی کی حکومت دنیا کے کسی ملک کے لیے شاید سب سے بڑی حکومت ہو گی" اور جرمنی کے کارل مارکس نے کہا تھا کہ "اس دولت کا صرف برائے نام حصہ تجارت سے اور بڑا حصہ لوٹ کھسوٹ اور غریبوں کا خون چوس کر جمع کر کے انگلستان لایا گیا تھا" اور مصحفی امروہی نے کہا تھا:

ہندوستان کی دولت و حشمت جو کچھ کہ تھی
کافر فرنگیوں نے بہ تدبیر لوٹ لی

انگریز جو تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے لیکن وہاں کی تیزی سے بدلتی ہوئی سیاسی صورت حال نے ان کے دلوں میں اقتدار کی خواہش پیدا کر دی۔ 1707ء میں اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو گیا اور ملک میں ہر طرف انتشار اور بدامنی پھیلنے لگی۔ نوابوں اور راجاؤں کے اختلافات بڑھنے لگے ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مٹھی بھر طاقت اور سازش کے زور پر کمپنی کے لوگ بنگال پر قبضے کے بعد تقریباً پچاس سال تک فوجی اور سیاسی سطح پر اپنی بنیادیں مضبوط کرتے رہے۔ پولیس اور مالیات کے شعبوں میں اپنا عمل دخل بڑھاتے ہوئے ان کے تمام اختیارات پر قبضہ کر لیا اور نوابوں کو

Vol.5No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

صرف نام کا نواب بنا کر رکھ دیا۔ اب اس سول انتظامیہ کو چلانے کے لیے تجربہ کار اور لائق عملے کی ضرورت تھی کیونکہ کمپنی کے بیشتر ملازمین اور افسران مقامی زبانوں سے ناواقف تھے۔ انہیں مقامی زبانوں کی تعلیم دینا ضروری تھا۔ اس سلسلے میں ابتدائی کوششیں ان افسران نے کیں، جو مقامی زبانوں سے کچھ واقفیت رکھتے تھے اس کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس جانب خاص توجہ کی۔ اس جانب پہلا قدم مدراس کے گورنر جوزف کلکٹ نے 1717ء میں سینٹ جارج کالج قائم کر کے اٹھایا۔ پھر 1780ء میں بنگال کے گورنر وارن ہیسٹنگز نے جو خود بھی مشرقی زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا، "کلکتہ مدرسہ" قائم کیا۔ ان کے بعد بنارس کے ریذیڈنٹ جوناتھ ڈنکن نے 1791ء میں بنارس میں "سنسکرت کالج" کی بنیاد رکھی پھر 1799ء میں گورنر جنرل لارڈ ویلزلی نے کلکتہ میں "اورئینٹل سمتری" کے نام سے کمپنی کے ملازمین کے لیے تعلیم گاہ قائم کی، آگے چل کر ویزلی نے 1800ء میں فورٹ ولیم کالج کی بنیاد رکھی۔ ان تمام کوششوں کی بنیادی وجہ تجارت کے فروغ اور زیادہ سے زیادہ منافع کا حصول اور انگریز راج کو بڑھانا اور اس کا استحکام تھا جس کے لیے ضروری تھا کہ وہ کمپنی کے اور سول ملازمین کو ہندوستانی زبانوں اور علم وادب سے روشناس کرائیں جس میں وہ کامیاب رہے۔ دوسری جانب انھیں یہ فائدہ ہوا کہ ایک طرف ہندو اور مسلم دونوں قوموں سے اعلیٰ خاندان کے تربیت یافتہ ملازم مل گئے تو دوسری جانب ان قوموں کا تعاون اور خوشنودی بھی حاصل ہوئی اس صورت حال نے انگریزوں کو اس سرزمین میں اپنے پیر جمانے میں تقویت پہنچائی۔ (5) ایسٹ انڈیا کمپنی کے پورے عہد کو باری صاحب نے اپنی کتاب کے دیباچے میں اس طرح سمیٹا ہے۔

> "ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ قریباً اڑھائی سو سال پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس مدت کو تین دوروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے دور میں جو سترھویں صدی میں شروع ہو کر پلاسی کی لڑائی پر ختم ہوتا ہے، کمپنی، ہندوستان میں اپنے تمام یورپی رقیبوں پر غلبہ پانے کے ساتھ ہی ہندوستان کے مختلف صوبوں کے سیاسی معاملوں میں دخل دیتی ہے۔ اسی مدت میں کمپنی کے ملازموں نے ہندوستان کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹا۔ کرناٹک کے ایک نواب نے کمپنی کی مجلس نظامت کے ممبروں کو لکھا کہ 'آپ کے ملازموں کا اس ملک میں کوئی خاص کاروبار نہیں ہے، کمپنی کی طرف سے انہیں بہت تھوڑی تنخواہ دی جاتی ہے لیکن اس پر چند ایک سال میں کمپنی کے ملازم لاکھوں روپیہ لے کر واپس جاتے ہیں۔ اس کمائی کے اسباب آپ بھی جانتے ہیں اور مجھ سے بھی چھپے ہوئے نہیں'۔ پلاسی کی لڑائی کے بعد کمپنی کے ہاتھ میں تجارت کے ساتھ حکومت بھی آجاتی ہے، حصے داروں کا منافع بڑھنے لگا، ملازموں نے لوٹ کھسوٹ بڑھادی، برطانوی حکومت کی آمدنی میں لاکھوں کا اضافہ ہوا۔ ہندوستان سے حاصل کی ہوئی یا چھینی ہوئی دولت نے انگلستان میں مشینی اور صنعتی انقلاب پیدا کیے۔ ان انقلابوں نے جہاں ہندوستان کی عمومی معیشت کو نقصان پہنچایا وہاں انہوں نے برطانوی ہندوستان میں دیسی گماشتوں (بنیوں اور ساہوکاروں) کا ایک ایسا طبقہ پیدا کر دیا جو بہت سی پابندیوں سے آزاد تھا۔ پلاسی کی لڑائی کے بعد پچھتر سال تک کمپنی کا دوسرا دور رہا، اس دور میں کمپنی تجارت اور حکومت دونوں پر قابض رہی یہاں تک کہ پارلیمنٹ کے ایک قانون نے کمپنی سے تجارت کرنے کا حق چھین لیا۔ کمپنی کا تیسرا دور آئندہ پچیس سال پر مشتمل تھا۔ اس دور میں کمپنی نے اپنے مقبوضات بڑھانے کی پالیسی اختیار کی۔ 1757ء کے ہنگامے کے بعد برٹش پارلیمنٹ نے کمپنی کے اختیار حکومت کو بھی ختم کر دیا"۔ (6)

1757ء کے بعد ہندوستان میں برطانوی حکومت نے اپنے استحکام کے لیے نئی بنیادوں کو تلاش کیا۔ اس کے نتیجہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ہوا اور مغل بادشاہت کی جگہ تاج برطانیہ نے لے لی۔ (7) اور ہندوستان ایک طویل عرصے کے لیے برطانیہ کے نوآبادیاتی شکنجے میں آگیا۔ (8)

Vol.5No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ہندوستان پر قبضہ کے بعد انگریزوں نے اپنے اقتدار کو مستحکم اور بر قرار رکھنے کے لیے وہاں کے عوام پر طرح طرح کے ظلم کیے، جس کی ایک بڑی مثال جلیانوالہ باغ میں جنرل ڈائر کا سفاکانہ اقدام ہے۔ عوام پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے مقامی امراء اور صاحب اثر افراد کو اپنے ساتھ ملا کر اپنے مفادات کو پورا کیا۔ اقلیتوں کو اکثریت کے مقابلے میں بھڑکایا، انگریزوں نے خاص طور پر مسلمانوں کا ہر سطح پر استحصال کیا۔ فوج، پولیس اور بیوروکریسی یہ تین ادارے ایک کامیاب ریاست کے لیے کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ انگریزوں نے ان اداروں میں مقامی لوگوں کا بڑے پیمانے پر تقرر کر کے ان کی تعلیم و تربیت اس انداز سے کی کہ وہ ان کے قائم کردہ نظام کے نہایت اہم پرزے ثابت ہو سکیں، اس کے علاوہ انگریزوں نے اپنے اقتدار کی جڑوں کو گہرا کرنے کے لیے نو آبادیوں کے وسائل کو اپنے قبضے میں کر کے وہاں کے عوام کو اس قدر معاشی دباؤ میں رکھا کہ وہ روٹی کمانے اور اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ کچھ سوچ ہی نہ سکیں۔ مزید انہوں نے اپنے تسلط کو قائم رکھنے کے لیے زبان اور ثقافت کی جانب بھی خاص توجہ دی، کیونکہ اگر مقامی لوگ قابض حکمران کی زبان اور ثقافت اپنا لیں تو پھر وہ انہیں "اجنبی" محسوس نہیں ہوں گے۔ نیز ہر زبان اور ثقافت اپنے ساتھ خاص اقدار اور طرزِ معاشرت لے کر آتی ہے۔ یہی اقدار اور طرزِ معاشرت اگر مغلوب قوم اپنا لیتی ہے تو بہت حد تک قبضہ کاروں کے خلاف جدوجہد اور مزاحمت بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔(9)

قابض حکمرانوں کی اس ثقافتی سوچ کے حوالے سے ڈاکٹر ناصر عباس نیئر لکھتے ہیں:

> "نو آبادیات: طویل المیعاد ثقافتی منصوبہ تھا۔ سادہ لفظوں میں یہ نو آبادیوں کی ثقافت کو یورپی اصولوں سے جاننے اور پھر اس جان کاری کو "نو آبادیاتی علم" میں تبدیل کرنے سے عبارت تھا اور "نو آبادیاتی علم"، علم کی وہ خصوصی شاخ ہے جس میں نتائج پر پہلے نظر رکھی جاتی ہے اور یہ نتائج فقط علمی نوعیت کے نہیں ہوتے سیاسی، سماجی اور ثقافتی نوعیت کے بھی ہوتے ہیں۔ اس علم کے ذریعے ایک واضح اور مفید تبدیلی لانے کی کوشش ہوتی ہے۔ تبدیلی کی افادیت اور سمت کا تعین آبادکار کرتا ہے۔ چنانچہ سادہ لفظوں میں یہ وہ علم ہے جسے طاقت کے حصول کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے یا طاقت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے"۔(10)

تہذیب و ثقافت کا تعلق زبان سے ہے جس سے اجتماعیت کا احساس فروغ پاتا ہے زبان جو ذاتی اور سماجی ارتقاء کا ایک ذریعہ ہے کسی بھی معاشرے کی روزمرہ زندگی اور اس معاشرے کے افراد کی تہذیب و ثقافت، سوچ و افکار اور دیگر جزئیات کا سب سے موثر اور اعلیٰ مواد زبان ہی میں ملتا ہے:

> "ہر زبان اپنی شناخت سے ایک گونا گوں خزانہ اور عجب اسرار ہے۔ زبان، عقل اور علم کا ایک بہت بڑا وسیلہ ہے، زبان انسانی عمل کا ایک نمونہ ہے زبان انسان کی ثقافتی کارکردگی اور عمل کا ایک حصہ ہے"۔(11)

مزید ملاحظہ فرمائیے:

> "انسانی سماج، گھر کے اندر کا ہو یا باہر کا، اسکول کا ہو یا ایک محلے کا، کسی طبقاتی یا پیشہ ورانہ سطح کا ہو یا کسی سیاسی اور تکنیکی سطح کا، شہری ہو یا دیہی اس کی سطح اور اس کے ہر دائرے میں اظہار و ابلاغ کو باالفاظِ دیگر زبان کو کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے"۔(12)

تاجر بن کر آنے اور حکمرانی کا خواب دیکھنے والے برطانوی یہ جان گئے تھے کہ اُن کا نو آبادیاتی منصوبہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ فارسی زبان سے واقفیت نہ حاصل کر لیں لیکن اتنی جلدی فارسی زبان جان لینا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ اس کے لیے انہوں نے ان یونانی، آرمینی اور اطالوی باشندوں کو اپنا مترجم بنایا جو فارسی جانتے تھے۔ وہ یہ بھی جان چکے تھے کہ ہندوستانی زبانیں، ہندوستان کی ثقافت میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہیں، اس لیے اس ثقافت کا تجربہ اور علم حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ سارا علم ہندوستانی زبانوں میں بند تھا۔(13) اس حوالے سے جو ابتدائی اقدامات اٹھائے گئے ان کا مختصراً اوپر ذکر آچکا ہے۔ ان لوگوں میں ایک اور نام سر ولیم جونز کا ہے جس نے 1771ء میں "گرامر آف دی پرشین لینگوئج" لکھی جس کے 1828ء تک نو ایڈیشن شائع

Vol.5No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ہوئے۔ اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہندوستان میں فارسی کا اہم کردار ہے اور یہ یورپ کے لیے ناقابل یقین دولت کا سرچشمہ بنی رہے گی۔(14) ان سب ناموں اور اداروں میں اہم نام فورٹ ولیم کالج اور پروفیسر جان گل کرسٹ کا ہے۔ فورٹ ولیم کالج کا افتتاح 4 مئی 1800ء کو لارڈ ویزلی گورنر جنرل ایسٹ انڈیا کمپنی نے کیا تھا۔(51) جو رائٹرز بلڈنگ کلکتہ میں قائم کیا گیا تھا۔ کالج کا پہلا ٹرم 6 فروری 1801ء میں شروع ہوا۔ کالج کے قیام کا مقصد نئے افسروں کی معقول تعلیم و تربیت کرنا تھا تاکہ وہ برطانیہ کے استعماری نظام کو خوش اسلوبی سے چلا کر مستحکم کر سکیں۔(16) کیونکہ لارڈ ویزلی کو اس بات کا احساس تھا کہ جو انگریز کمپنی میں ملازم ہو کر آتے ہیں وہ ولایت سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے نہیں آتے جبکہ کاردانی اور حکمرانی کے لیے علوم و فنون کی مہارت ضروری ہے۔ اس لیے وہ یہ چاہتے تھے کہ فورٹ ولیم کالج میں مختلف علوم و فنون کے ساتھ ملکی اور غیر ملکی زبانوں کی بھی تعلیم دی جائے لیکن کثیر مصارف کی وجہ سے کمپنی نے اس کالج کو صرف زبان دانی کی درس گاہ تک محدود رکھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی سلطنت مغلیہ سے روابط بڑھانا چاہتی تھی اور اس زمانے میں سلطنت کی زبان فارسی تھی اس لیے انگریز فارسی کی تحصیل پر زیادہ توجہ دیتے تھے، لیکن مغلیہ سلطنت اور فارسی زبان کا تنزل اور اردو زبان کی ترقی اس سرعت کے ساتھ جاری تھی کہ لارڈ ویزلی نے انگریزوں کے لیے اردو کی ضرورت کو محسوس کر لیا اور اس کی باضابطہ تعلیم کا انتظام کر دیا۔(17) اس حوالے سے انہوں نے کالج کے ہندوستانی شعبہ میں جان گلکرسٹ کا بطور پروفیسر تقرر کیا، جن کے سامنے فوری مسئلہ انگریزوں کو اردو پڑھانے کے لیے کتابوں کا حصول اور انتخاب تھا۔ تدریس کے لیے گلکرسٹ کو ایسی کتابیں مطلوب تھیں جن کے ذریعے یہ نووارد اردو زبان بھی سیکھ جائیں اور انہیں ہندوستانیوں کی عادات و اطوار، تہذیب و معاشرت، روایات و اقدار اور رسومات و تعصبات سے بھی پوری واقفیت ہو جائے۔ گلکرسٹ نے اس سلسلے میں ملک بھر سے اچھے لکھنے والوں کو کالج میں جمع کیا۔ جن کی مدد سے تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ تدریس کا کام بھی شروع ہو گیا۔(18) فورٹ ولیم کالج میں اردو کے علاوہ فارسی، سنسکرت، تیلگو، مراٹھی، بنگالی کے ساتھ ساتھ نو تشکیل ہندی بھی پڑھائی جاتی تھی جہاں گلکرسٹ نے اردو کی متعدد کتابوں کو ناگری رسم الخط میں ترجمہ کرایا اور للو لال جی سے ناگری خط میں "پریم ساگر" لکھوا کر جدید ہندی کی ابتدا کی جس سے اردو کے مقابل ہندی کا نام سامنے آیا۔ جب کہ اس سے پہلے جدید ہندی نامی کوئی زبان نہیں تھی:

> "فورٹ ولیم کالج کے ہندوستانی شعبے کے پروفیسر اور صدر ڈاکٹر جان گلکرسٹ کے مطالبے پر ۷ جون 1802ء کو للو لال جی کا تقرر بہ طور "بھاکا منشی" پچاس روپے ماہانہ مشاہرے پر اس مقصد کے تحت کیا گیا تھا کہ وہ وہاں کے منشی کی جو بھاکا سے ناواقف ہیں، زبان کے سلسلے میں مدد کریں لیکن گلکرسٹ نے انہیں دوسرے کاموں پر لگا دیا۔ چنانچہ 1803ء میں للو جی لال نے "پریم ساگر" انہیں کے حکم پر لکھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گل کرسٹ نے اردو زبان و ادب کے لیے بے بہا خدمات انجام دی ہیں لیکن ایک زبان کو دو زبانوں میں تقسیم کرنے کا محرک بھی وہی تھا اور اسی کے ترغیب دلانے پر فورٹ ولیم کالج کے احاطے میں ایک نئی زبان کھڑی بولی ہندی کی بنیاد رکھی گئی"۔(19)

ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو مختلف قومیں تھیں جسے ہزاروں سال سے ایک زبان کی ڈور نے ایک دوسرے سے جوڑے رکھا تھا جس کا نام کبھی ہندی، کبھی ریختہ، کبھی ہندوی، کبھی ہندوستانی اور کبھی اردو تھا۔ اسی ڈور کی بدولت تہذیب و ثقافت، فکر و خیال اور عقائد کے ہزار اختلافات کے باوجود ہندوستان مجموعی طور پر ایک متحد ملک تھا۔ انگریزوں کو اس بات کا اچھے سے علم تھا کہ ہندوستان پر اپنے اقتدار کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے اس ڈور کو توڑنا نہایت ضروری ہے۔ بقول پروفیسر حکیم چند نیرؔ:

> "اسی تہذیبی اتحاد و ارتباط کی سب سے بڑی دین اردو زبان تھی جو اٹھارہویں صدی تک ایک کل ہندوستانی زبان کی حیثیت حاصل کر چکی تھی۔ مشترک تہذیب میں لسانی اشتراک کو جزو اعظم کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لسانی اشتراک کو ختم کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نہ صرف اختلافات کی ناقابل عبور

Vol.5No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

خلیج پیدا کی جا سکتی ہے بلکہ امتداد زمانہ کے ساتھ انہیں ایک دوسرے کا حریف اور دشمن جان بنایا جاسکتا ہے"۔(20)

انگریز ہندو مسلم اتحاد کا بہ غور جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ اگر ہندوستان پر طویل عرصہ حکومت کرنی ہے تو ہمیں "تقسیم کرو اور حکومت کرو" سے کام لینا پڑے گا۔ انگریزوں نے حکومت کا بڑا حصہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھینا تھا۔ اس لیے ان کو زیادہ خطرہ مسلمانوں سے تھا چنانچہ انہوں نے مسلمانوں پر برتری دلانے کے لیے ہندوؤں کی سرپرستی کی اور مسلمانوں کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی۔ انگریزوں نے لسانی اعتبار سے مسلمانوں کے خلاف جو پہلا قدم اٹھایا وہ عدالتوں اور دفتروں سے فارسی کا اخراج تھا۔ فارسی جو مسلمانوں کے اقتدار تک ہندوستان کی سرکاری زبان تھی۔ انگریزوں کے اس اقدام کا مقصد مسلمانوں کو سماجی اور معاشی لحاظ سے کمزور کرنا اور ہندوستان میں رہنے والی دیگر اقوام کی نظر میں اجنبی بنانا تھا۔ ۰۲ نومبر ۱۸۳۷ء کو انگریزوں نے فارسی زبان کی سرکاری حیثیت ختم کرنے کا فیصلہ درج ذیل الفاظ میں کیا:

"(1) یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ یکم دسمبر 1837ء سے گورنر جنرل کشورِ ہند با اجلاس کونسل اس امر کے مجاز ہوں گے کہ بہ اتباع حکم بحریہ کونسل تمام ملک کے لیے عموماً یا جہاں وہ مناسب خیال فرمائیں ضابطہ بنگال کی اس دفعہ کو کالعدم قرار دے دیں جس کی رو سے فارسی زبان کا استعمال عدالتی کاروائی میں یا مالی معاملات کی کاروائی میں قانوناً لازمی ہے اور اس کی جگہ کسی زبان یا رسم الخط کو ان کاروائیوں کے لیے مقرر کر سکتے ہیں۔ نیز تاریخ مذکورہ سے اس اعلان کے ذریعے یہ بھی قانوناً لازمی قرار دیا جاتا ہے کہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل وہ تمام اختیارات جو قانوناً ان کو تفویض کر دیے گئے ہیں وہ ایسی پابندیوں کے تحت جو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل خیال کریں اپنے کسی ماتحت کو منتقل کر سکتے ہیں"۔(21)

فارسی کو خارج کرنے کے بعد اس کی جگہ اردو کو داخل کیا گیا۔ 1839ء میں صدر عدالت دیوانی اور صدر نظامت کلکتہ نے مشترکہ طور پر اُردو کی ترویج کے بارے میں جو فیصلہ کیا اس کے اہم نکات درج ذیل تھے۔

2۔ عالی مرتبت ڈپٹی گورنر کی منظوری سے عدالت قرار دیتی ہے کہ آئندہ سے صدر دیوانی اور نظامت عدالت برائے کلکتہ۔۔۔ اپنی تمام عدالتی کاروائیوں اور اجرائے احکام میں اردو زبان استعمال کرے گی۔

2۔ تمام دیوانی مقدمات کی کاروائیاں اور دستاویزات جو اس عدالت میں پیش کیے جائیں اور جو فارسی یا اردو یا بنگلہ زبان میں لکھے ہوں ان کے ساتھ ترجموں کی ضرورت نہیں ہو گی لیکن فوجداری مقدمات میں جو نظامت عدالت کو بھیجے جائیں، بجز ٹھگی، جرائم کے مقدمات کی تمام مسلیں جو فارسی میں تحریر شدہ ہوں ان کا اردو ترجمہ ساتھ پیش ہو گا۔

3۔ موگھ، اڈیا، اور دیگر بھاشاوں میں جو مسلیں ہوں ان کا اردو ترجمہ بھی اصل کاغذات کے ساتھ منسلک ہو گا۔

4۔ اضلاع بنگال کے افسران آپس میں دیسی زبان کے ذریعے مراسلت کریں گے اور دیگر اضلاع کی عدالتوں سے جو مراسلت ہو گی اس میں بھی اردو ہی استعمال ہو گی، اسی قانون کا اتباع کٹک اور دوسرے صوبوں سے مراسلت کرنے میں بھی کیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ اسی عدالت کے تحت ہوں۔

5۔ ان اضلاع کے حکام جن کے عملے نے اب تک دیسی زبان میں خاصی مہارت حاصل نہیں کی ہے اس بات تک کے مجاز ہیں کہ اس عملہ کو اتنی مہلت دیں کہ وہ اس زبان میں پوری مہارت حاصل کریں۔(22)

اُردو کے نفاذ میں انگریزوں کے اہم مقاصد پوشیدہ تھے ان میں ایک مسلمانوں کے غصے پر قابو پانا اور دوسرا بہ لحاظ مذہب وملت پوری ہندوستانی قوم کے اندازِ فکر کو بدلنا، جو صدیوں کی مسلمانوں کی علمی صحبت اور فارسی زبان کے اثر سے پیدا ہوا تھا۔ اردو کے نفاذ اور فارسی کے اخراج کے حوالے میں ایم۔ ایم متین

Vol.5No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

لکھتے ہیں کہ "تمام ہندوستان میں انگریزی زبان کے نفاذ کے سلسلہ میں ہم انگریزوں کے عزائم سے بہ خوبی واقف ہیں۔ وہ متفرق دیسی زبانوں کی سرپرستی جس میں اردو بھی شامل تھی، محض اپنی غرض کے تحت کر رہے تھے۔ چنانچہ اردو غالباً برطانوی گورنمنٹ کی اس دور کی سب سے زیادہ محبوب زبان بن گئی تھی کیونکہ اس کے ذریعے انگریز فارسی کے اثرات کو زائل کر سکتا تھا انگریزوں کا اردو کی سرپرستی کرنا دراصل ایک چال تھی"۔(23)

مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کا لسانی رویہ صرف فارسی زبان کے تناظر میں نہیں تھا بلکہ مقامی زبانوں کے انتخاب میں بھی اس زبان کو فوقیت دی گئی جو مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو سب سے زیادہ متاثر کر سکے۔ چنانچہ بنگال میں سنسکرتی خط میں ہندی بنگلہ کو رواج دیا گیا۔ بہار، سی۔ پی اور بمبئی میں ہندی، سندھ میں نئے حروف ابجد کے تحت وجود میں آنے والی سندھی بولی کو دفاتر میں رائج کیا گیا۔ پنجاب میں گورمکھی اور پنجابی کو پڑھانے کی ناکام کوشش کی گئی۔

انگریزوں نے اردو کو بہ طور سرکاری زبان خوشی سے نافذ نہیں کیا تھا بلکہ وہ ان کی مجبوری تھی جب کہ وہ انگریزی نافذ کرنا چاہتے تھے، جس کا واضح ثبوت 1833ء میں لارڈ میکالے کی سربراہی میں قائم ہونے والی تعلیمی کمیٹی کی وہ رپورٹ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لارڈ میکالے انگریزی کو ہر سطح پر ذریعہ تعلیم بنانا چاہتے تھے:

> "جہاں تک ذریعہ تعلیم کا سوال، انہوں نے دیسی بول چال کی زبانوں کو اس لیے قابل اعتبار خیال نہ کیا کہ یہ ناپختہ ہیں اور ان میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ ان میں جدید علوم کی تعلیم دی جا سکے۔ رہی سنسکرت و عربی کی تعلیم اور ان میں تراجم، تو ان کے خلاف انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ اب ضرب المثل کی طرح مشہور ہو چکا ہے۔ فرماتے ہیں، کسی بھی اچھے یورپی کتاب خانے میں کسی ایک الماری کے ایک خانے کی کتابیں ہندوستان اور جزیرۃ العرب کے سارے علم و ادب پر بھاری ہیں"۔(24)

انگریزوں کی لسانی پالیسی کی مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ کیجیے:

> "ہمارا مقصد بہر طور ایک ایسا اقلیتی طبقہ پیدا کرنا ہے جو ہمارے اور کروڑوں کی اس مخلوق کے درمیان، جس پر ہم حکمران ہیں، ترجمان بن جائے ایسے لوگوں کا طبقہ جو نسل و رنگ کے لحاظ سے ہندوستانی، مگر اپنے رجحانات و خیالات اور اخلاق و فکر کے لحاظ سے انگریز ہو"۔(25)

سید مصطفی علی بریلوی انگریزوں کی لسانی پالیسی کا جائزہ زبان اور رسم الخط کی روشنی میں لیتے ہوئے کہتے ہیں:

> "1۔ اولاً انگریزوں نے سلطنت مغلیہ کی درباری زبان فارسی سے پیچھا چھڑایا۔ اس طرح پورے ملک میں خیالات اور افکار کی حد تک جو وحدت خیال پائی جاتی تھی اس کو پارہ پارہ کر دیا۔
>
> 2۔ اردو کو عارضی طور پر فارسی کا جانشین لیکن ساتھ ساتھ زبانوں کی تخریبی مقاصد کے تحت سرپرستی شروع کر دی۔
>
> 3۔ جب ہندوستان کے طول و عرض میں پڑھے لکھے طبقہ میں ایک انتشاری کیفیت پیدا ہو گئی اور آہستہ آہستہ انگریزی جاننے والے افراد پر مشتمل ایک نسل تیار ہو گئی تو انگریزی کو سرکاری زبان قرار دے دیا گیا"۔(26)

مجموعی طور پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ لارڈ میکالے نے جو تعلیمی نظام وضع کیا تھا اس نے ہندوستان میں ایک ایسے طبقے کو جنم دیا جس نے آگے چل کر برطانوی راج کو نہ صرف مستحکم کیا بلکہ حکومتی امور میں اس کا معاون و مددگار بھی ثابت ہوا۔

Vol.5No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حوالہ جات

1۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، زبان اور اردو زبان، (کراچی: قمر کتاب گھر اردو بازار، س ن)، ص 1

2۔ خلیل صدیقی، زبان کیا ہے؟، (ملتان: بیکن بکس گلگشت، بار دوم، 2001ء)، ص 9، 01

3۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، تاریخ اردو زبان و ادب (ملکی و عالمی تناظر میں)، سٹی بک پوائنٹ، 2018، ص 167

4۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا جہاز ہندوستان میں 1601ء میں آیا بحوالہ ڈاکٹر عبیدہ بیگم، "فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، (لکھنو: نصرت پبلشرز، 1983ء)، ص 21

5۔ غلام حیدر، آزادی کی کہانی انگریزوں اور اخباروں کی زبانی، (نئی دہلی: نیو ڈیر آرٹ پرنٹرس، 1987ء)، ص 13، 14

6۔ باری علیگ، کمپنی کی حکومت، لاہور: طیب پبلشرز، 2001ء، ص 14

7۔ ایضاً، ص 51، 71

8۔ عبیدہ بیگم، ڈاکٹر، فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، (لکھنو: نصرت پبلشرز، 1983ء)، ص 21، 40

9۔ مبارک علی، ڈاکٹر، برطانوی راج (ایک تجزیہ)، (لاہور: تاریخ پبلیکیشنز، 2012ء)، ص 88

10۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، تاریخ اردو زبان و ادب، ص 80

11۔ سعدیہ روف، مغربی استعمار اور عالم اسلام، (لاہور: کتاب محل، 2018ء)، ص 72۔78

12۔ ناصر عباس نیئر، ڈاکٹر، مابعد نو آبادیات اردو کے تناظر میں، (کراچی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2013ء)، ص 80

13۔ غلام علی الانہ، ڈاکٹر، زبان معاشرہ اور انسان، مشمولہ: زبان اور لسانیات کے مباحث، مرتبہ: محمد ابو بکر فاروقی، (سٹی بک پوائنٹ، 2016ء)، ص 452

14۔ خلیل صدیقی، زبان کیا ہے؟، (ملتان: بیکن بکس، بار دوم، 2001ء)، ص 74

15۔ ناصر عباس نیئر، ڈاکٹر، مابعد نو آبادیات اردو کے تناظر میں، ص 81

16۔ ایضاً، ص 10

17۔ حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، (آگرہ: عزیزی پریس، (طبع دوم) 1957)، ص 81

18۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، (جلد چہارم)، (لاہور: مجلس ترقی ادب، (طبع چہارم)، 2016ء)، ص 408

19۔ حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، ص 81۔82

20۔ ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، اردو نثر کی ترویج کے دو ادارے، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، اردو ادب (جلد سوم)، (پنجاب یونیورسٹی، لاہور: (طبع دوم)، 2010ء)، ص 49

21۔ مرزا خلیل احمد بیگ، ایک بھاشا جو مسترد کر دی گئی، (دہلی: ایجوکیشنل بکس ہاؤس، 2007ء)، ص 85

22۔ حکم چند نیئر، پروفیسر، اردو کے مسائل، (ہندوستان کی سیاسی اور سماجی تاریخ کی روشنی میں)، (بنارس: قومی پریس، 1977ء)، ص 79

23۔ مصطفی علی بریلوی، سید، انگریزوں کی لسانی پالیسی، ڈائریکٹر اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، 1970ء، ص 79۔80

23۔ ایضاً، ص 80۔81

24۔ مالک رام، قدیم دہلی کالج، (دہلی: انجمن ترقی ہند، 1975ء)، ص 33

25۔ بیک ڈاکومنٹ، کرسٹائن ڈوین، 1970ء، ص 81 بہ حوالہ اردو ہندی تنازعہ، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن)، ص: 7

26۔ مصطفی علی بریلوی، سید، انگریزوں کی لسانی پالیسی، ص 76